

قربانی

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا، لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ،
فَالْهُكُمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ، فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ. (الحج: ۲۲: ۳۴)

”اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کی عبادت مقرر کی ہے تاکہ وہ ان چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو اُس نے اُن کو بخشے ہیں، اس لیے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اپنے آپ کو اسی کے حوالے کر دو۔ (لیکن یہ وہی کریں گے جن کے دل اپنے پروردگار کے آگے جھکے ہوئے ہیں) اور (اے پیغمبر) ان جھکنے والوں کو (اُن کے پروردگار کی طرف سے) خوش خبری دو۔“

دنیا کے تمام قدیم مذاہب میں قربانی اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ایک بڑا ذریعہ رہی ہے۔ اس کی حقیقت وہی ہے جو زکوٰۃ کی ہے، لیکن یہ اصلاً مال کی نہیں، بلکہ جان کی نذر ہے جو اس جانور کے بدلے میں چھڑالی جاتی ہے جسے ہم اس کا قائم مقام بنا کر قربان کرتے ہیں۔ بظاہر یہ اپنے آپ کو موت کے لیے پیش کرنا ہے، لیکن غور کیجیے تو یہ موت ہی حقیقی زندگی کا دروازہ ہے۔ ارشاد فرمایا ہے: وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ، بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ^۱، (اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، انھیں مردہ نہ کہو۔ وہ مردہ نہیں، بلکہ زندہ ہیں، لیکن تم اس زندگی کی حقیقت نہیں سمجھتے)۔ قرآن نے ایک جگہ نماز کے مقابل میں زندگی اور قربانی کے مقابل میں موت کو رکھ کر یہی حقیقت واضح کی ہے کہ نماز جس طرح اللہ کے ساتھ ہماری زندگی ہے، اسی طرح قربانی اس کی راہ میں ہماری موت ہے:

۱۔ البقرہ: ۱۵۴۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. (الانعام ۶: ۱۶۲) ”کہہ دو کہ میری نماز اور میری قربانی، اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔“

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب یہ ہدایت کی گئی کہ وہ بیٹے کی جگہ ایک مینڈھے کی قربانی دیں اور آئندہ نسلوں میں ہمیشہ کے لیے ایک عظیم قربانی کو اس کی یادگار بنادیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وَفَدَيْنَهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ“ (اور ہم نے اسماعیل کو ایک ذبح عظیم کے عوض چھڑا لیا)۔ اس کے معنی یہ تھے کہ ابراہیم کی یہ نذر قبول کر لی گئی ہے اور اب نسلًا بعد نسل لوگ اپنی قربانیوں کے ذریعے سے اس واقعے کی یاد قائم رکھیں گے۔

اس لحاظ سے دیکھیے تو قربانی پرستش کا منتہا کمال ہے۔ اپنا اور اپنے جانور کا منہ قبلہ کی طرف کر کے بِسْمِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، کہہ کر، ہم اپنے جانوروں کو قیام یا سجدے کی حالت میں اس احساس کے ساتھ اپنے پروردگار کی نذر کر دیتے ہیں کہ یہ درحقیقت ہم اپنے آپ کو اس کی نذر کر رہے ہیں۔

یہی نذر اسلام کی حقیقت ہے، اس لیے کہ اسلام کے معنی ہی یہ ہیں کہ سراطعت جھکا دیا جائے اور آدمی اپنی عزیز سے عزیز متاع، حتیٰ کہ اپنی جان بھی اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے۔ قربانی، اگر غور کیجیے تو اسی حقیقت کی تصویر ہے۔ سیدنا ابراہیم اور ان کے حلیل القدر فرزند نے جب اپنے آپ کو اس کے لیے پیش کیا تو قرآن نے اسے اسلام ہی سے تعبیر کیا ہے: ”فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّہُ لِلْجَبِيْنِ“ (پھر جب ان دونوں نے اپنے آپ کو حوالے کر دیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا)۔ سورہ حج کی جو آیت اوپر نقل ہوئی ہے، اس میں بھی دیکھ لیجیے، ”فَلِهٖ اسْلَمُوْا وَبَشَرِ الْمَخْبَتِيْنَ“ کے الفاظ میں قرآن نے کس خوبی کے ساتھ اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی تمہارے دل اگر اپنے معبود کے سامنے جھکے ہوئے ہیں تو اپنے آپ کو اسی کے حوالے کر دو، اس لیے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ قربانی کی روح یہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ عبادت خاص اپنی شکرگزاری کے لیے مشروع فرمائی ہے، لہذا اس میں کسی دوسرے کو اس کا شریک نہ بناؤ۔

قربانی کی تاریخ

قربانی کی تاریخ سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہوتی ہے۔ قرآن میں بیان ہوا ہے کہ ان کے دو بیٹوں ہابیل

۲ الصافات ۳۷: ۱۰۷۔

۳ بخاری، رقم ۵۲۴۵۔ مسلم، رقم ۱۹۶۶۔

۴ یعنی نحر کے لیے جانور کو کھڑا کر کے اور ذبح کی صورت میں قبلہ رو لٹا کر۔

اور قابیل نے اپنی اپنی نذر اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کی تو ایک کی نذر قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی: اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقْبَلُ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ، بائیل میں صراحت ہے کہ ہابیل نے اس موقع پر اپنی بھیڑ بکریوں کے کچھ پہلوئے بچوں کی قربانی پیش کی تھی۔ پیدائش میں ہے:

”اور آدم اپنی بیوی حوا کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور اس کے قاتلین پیدا ہوا۔ تب اُس نے کہا: مجھے خداوند سے ایک مرد ملا۔ پھر قاتلین کا بھائی ہابل پیدا ہوا۔ اور ہابل بھیڑ بکریوں کا چرواہا اور قاتلین کسان تھا۔ چند روز کے بعد یوں ہوا کہ قاتلین اپنے کھیت کے پھل کا ہدیہ خداوند کے واسطے لایا اور ہابل بھی اپنی بھیڑ بکریوں کے کچھ پہلوئے بچوں کا اور کچھ ان کی چربی کا ہدیہ لایا اور خداوند نے ہابل اور اس کے ہدیے کو منظور کر لیا۔ پھر قاتلین کو اور اُس کے ہدیے کو منظور نہ کیا۔“ (۵-۱:۴)

یہ طریقہ بعد میں بھی، ظاہر ہے کہ قائم رہا ہوگا۔ چنانچہ اس کے آثار ہم کو تمام قدیم مذاہب میں ملتے ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کے بعد، البتہ جو اہمیت و عظمت اور وسعت و ہمہ گیری اس عبادت کو حاصل ہوئی ہے، وہ اس سے پہلے، یقیناً حاصل نہیں تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہو کر ہجرت کی تو اس کے ساتھ ہی دعا فرمائی کہ پروردگار! تو مجھے صالح اولاد عطا فرما۔ یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک فرزند کی ولادت کی خوش خبری دی۔ یہ فرزند اسمعیل تھے۔ قرآن کا بیان ہے کہ یہ جب باپ کے ساتھ دوڑنے پھرنے کی عمر کو پہنچے تو ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ہو رہی ہے کہ اس بیٹے کو اپنے پروردگار کی خاطر قربان کر دیں۔ یہ ہدایت اگرچہ خواب میں ہوئی تھی اور خواب کی باتیں تاویل و تعبیر کی محتاج ہوتی ہیں، چنانچہ اس خواب کی تعبیر بھی یہی تھی کہ وہ بیٹے کو معبد کی خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ کی نذر کر دیں، اس سے ہرگز یہ مقصود نہ تھا کہ وہ فی الواقع اسے ذبح کر دیں، لیکن خدا کے اس صداقت شعار بندے نے کوئی تعبیر نکالنے کے بجائے من وعن اس کی تعمیل کا فیصلہ کر لیا اور اس راہ میں پہلا قدم یہ اٹھایا کہ فرزند کے حوصلے کا اندازہ کرنے کے لیے اپنا خواب اسے بتایا۔ سیدنا اسمعیل نے اس خواب کو خدا کا حکم سمجھا اور فوراً جواب دیا کہ ابا جان، آپ بے دریغ اس کی تعمیل کریں۔ ان شاء اللہ، آپ مجھے پوری طرح ثابت قدم پائیں گے۔ بچے کے جواب سے مطمئن ہو کر ابراہیم اس کو مروہ کی پہاڑی کے پاس لے گئے اور قربانی کے لیے پیشانی کے بل لٹا دیا۔ قریب تھا کہ چھری چل جاتی، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی: ابراہیم تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ یہ ایک بڑی آزمائش تھی، تم اس میں

کامیاب ہوئے، لہذا اب مزید کسی اقدام کی ضرورت نہیں رہی۔ چنانچہ ابراہیم کے اس فرزند جلیل کو اللہ تعالیٰ نے ایک مینڈھے کی قربانی کے عوض چھڑا لیا اور اس واقعے کی یادگار کے طور پر ہر سال اسی تاریخ کو قربانی کی ایک عظیم روایت ہمیشہ کے لیے قائم کر دی گئی۔ یہی قربانی ہے جو حج و عمرہ کے موقع پر اور عید الاضحیٰ کے دن ہم ایک نفل عبادت کے طور پر پورے اہتمام کے ساتھ کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ہے:

قَالُوا: ابْنُوا لَهُ بُيُوتًا، فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ، فَارْأَوْا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ. وَقَالَ: إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّي سَيَّهِدِينَ. رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ، فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ. فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ، قَالَ: يَبْنِيْٓ إِنِّيْٓ أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْٓ أَذْبَحُكَ، فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى؟ قَالَ: يَٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ، مِنَ الصَّابِرِينَ. فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ، وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَٰٓأَبْرَهِيْمُ، قَدْ صَدَّقَتِ الرُّءْيَا، إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ، إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ، وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ.

”انھوں نے کہا: اس کے لیے ایک چٹائی چنو اور اسے آگ میں جھونک دو۔ اس طرح انھوں نے اس کے خلاف ایک چال کرنی چاہی تو ہم نے انھی کو نیچا دکھا دیا۔ اور (ابراہیم نے یہ دیکھا تو) کہا: میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں، وہ میری رہنمائی فرمائے گا۔ پروردگار، مجھے صالح اولاد عطا فرما۔ (اُس نے یہ دعا کی) تو ہم نے اسے ایک بردبار فرزند کی بشارت دی۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو (ایک دن) اُس نے کہا: بیٹا، میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب بتاؤ، تمھاری کیا رائے ہے؟ اُس نے جواب دیا: ابا جان، آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے، اس کی تعمیل کیجیے۔ آپ ان شاء اللہ مجھے ثابت قدم پائیں گے۔ آخر کو جب دونوں نے اپنے آپ کو حوالے کر دیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور ہم نے ندادی کہ اے ابراہیم، تو نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی۔ (ابراہیم اس میں کامیاب ہوا) اور (اس کے نتیجے میں) اسمعیل کو ہم نے ایک بڑی قربانی کے عوض چھڑا لیا۔“

(الصافات ۳۷: ۹۷-۱۰۷)

قربانی کا مقصد

قربانی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری ہے۔ ہم اپنی جان کا نذرانہ قربانی کے جانوروں کو اس کی علامت بنا کر بارگاہ خداوندی میں پیش کرتے ہیں تو گویا اسلام و اخبات کی اس ہدایت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں جس کا اظہار سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے فرزند کی قربانی سے کیا تھا۔ اس موقع پر تکبیر و تہلیل کے الفاظ اسی مقصد سے ادا کیے جاتے ہیں۔ قرآن نے یہ مقصد اس طرح واضح فرمایا ہے:

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ، كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ، وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ. (الحج ۳۷:۳۲)

”اللہ کو نہ (تمہاری) ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے، نہ خون، بلکہ صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اُس نے اسی طرح ان کو تمہاری خدمت میں لگا دیا ہے تاکہ اللہ نے جو ہدایت تمہیں بخشی ہے، اُس پر تم اُس کی تکبیر کرو۔ (یہی طریقہ ہے اُن کا جو خوبی کا رویہ اختیار کریں) اور (اے پیغمبر) ان خوب کاروں کو بشارت دو۔“

قربانی کا قانون

قربانی کا جو قانون مسلمانوں کے اجماع اور تواتر عملی سے ہم تک پہنچا ہے، وہ یہ ہے:

قربانی انعام کی قسم کے تمام چوپایوں کی ہو سکتی ہے، اس کا جانور بے عیب اور اچھی عمر کا ہونا چاہیے،

قربانی کا وقت یوم النحر ۱۰ روزوالحجہ کو عید الاضحیٰ کی نماز سے فراغت کے بعد شروع ہوتا ہے،

اس کے ایام وہی ہیں جو مزدلفہ سے واپسی کے بعد منیٰ میں قیام کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔ سورہ حج کی آیات میں اَیَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ سے یہی مراد ہیں۔ اصطلاح میں انھیں ایام تشریق کہا جاتا ہے۔ قربانی کے علاوہ ان ایام میں یہ بھی مشروع ہے کہ ہر نماز کی جماعت کے بعد تکبیریں کہی جائیں۔ نمازوں کے بعد تکبیر کا یہ حکم مطلق ہے، اس کے کوئی خاص الفاظ شریعت میں مقرر نہیں کیے گئے۔

۲۸:۲۲۔ ”اور چند متعین دنوں میں اُن چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو اُس نے اُن کو بخشے ہیں۔“

قربانی کا گوشت لوگ خود بھی بغیر کسی تردد کے کھا سکتے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتے ہیں۔ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ^۸ کے الفاظ میں قرآن نے اس کی صراحت کر دی ہے۔

قربانی کا قانون یہی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے البتہ، اس کے بارے میں چند باتوں کی وضاحت فرمائی ہے: اول یہ کہ قربانی ہر حال میں عید کی نماز کے بعد کی جائے گی۔ یہ اگر پہلے کر لی گئی ہے تو محض ذبیحہ ہے، اسے عید الاضحیٰ کی قربانی قرار نہیں دیا جاسکتا۔^۹

دوم یہ کہ قربانی کے لیے اچھی عمر یہ ہے کہ بکری کا بچہ کم سے کم ایک سال، گائے بیل دو سال اور اونٹ یا اونٹنی کم سے کم پانچ سال کی ہونی چاہیے۔ یہ میسر نہ ہوں تو مینڈھا ذبح کر لیا جائے۔ یہ اگر چھ ماہ کا بھی ہو تو کفایت کرے گا۔ سوم یہ کہ گائے بیل اور اونٹ یا اونٹنی کی قربانی میں ایک سے زیادہ لوگ شریک ہو سکتے ہیں۔ یہ شرکا اگر سات بھی ہوں تو مضائقہ نہیں ہے، بلکہ روایتوں میں آیا ہے کہ اونٹ کی قربانی میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک موقع پر دس افراد شریک ہوئے تو آپ نے منع نہیں فرمایا۔^{۱۰} چہارم یہ کہ قربانی ایک نفل عبادت کے طور پر عید الاضحیٰ کے علاوہ بھی کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ لوگوں نے جب عقیقہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: تم میں سے جو بچے کی پیدائش پر قربانی کرنا چاہے، کر لے۔^{۱۱}

۸ الحج ۳۲:۳۶۔ ”سو اس میں سے خود بھی کھاؤ اور ان کو بھی کھلاؤ جو قناعت کیے بیٹھے ہیں اور ان کو بھی جو مانگنے کے لیے آجائیں۔“

۹ بخاری، رقم ۵۲۳۶، ۵۲۴۴، ۵۲۴۳۔ مسلم، رقم ۹۶۰، ۱۹۶۱، ۱۹۶۲۔

۱۰ مسلم، رقم ۱۹۶۳۔ ابوداؤد، رقم ۲۷۹۹۔

۱۱ مسلم، رقم ۱۳۱۸۔

۱۲ ابن ماجہ، رقم ۳۱۳۱۔ ترمذی، رقم ۱۵۰۱۔

۱۳ الموطا، رقم ۱۰۶۶۔ ابوداؤد، رقم ۲۸۴۲۔